(218)

6847

صادق آل محمد

سید العلماء جناب مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ

maablib.org

قیمت دو آنے فی نسخہ ـــــ : : ـــــ محصول ڈاک تین پیسے

تعارف

ہمارے چھٹے امام، امام جعفر صادق علیہ السلام کی مختصر سوانح عمری "صادق آلِ محمدؐ" کے نام سے دنیائے علم کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔ اختصار کی انتہائی پابندی کے باوجود اس رسالے میں تمام ضروری حالات واضح طور پر آگئے ہیں۔ یہ جامعیت جناب سید العلماء کے قلم معجز رقم کا نتیجہ ہے۔ ادارہ جناب مولانا کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتا۔

ائمہ معصومینؑ کے سوانح حیات مختصر شائع کرنے سے کئی فائدے پیش نظر ہیں۔ کم قیمت ہونے کی وجہ سے ہر شخص آسانی سے خرید سکے گا جس سے ان کی اشاعت کثرت سے ہوسکے گی، دوسرے ان کو پڑھنے کے لیے بہت ہی کم وقت درکار ہے اس لیے امکان ہے کہ بلا لحاظ مذہب ملت ہر شخص ان کو ایک نظر دیکھنے کے لیے تھوڑا سا وقت نکال سکے تیسرے ہمارے بچے ان کو آسانی سے یاد کرسکیں گے۔ اب ساری قوم کو چاہیے کہ وہ ان سوانح عمریوں کو کثیر تعداد میں خرید فرما کر مفت تقسیم کرائے اور اپنے یہاں کی مجلسوں میں تبرک کا بدل قرار دیں۔ ابھی تک چھ اماموں کے سوانح حیات شائع ہوئے ہیں۔

یوں تو ان رسالوں کی قیمت ڈھائی آنے فی کاپی ہے، مگر سو سے زائد کے خریدار کو چھ پیسے اور پانچ سو سے زیادہ کے خریدار کو ایک آنہ فی کتاب کے حساب سے دی جائیں گی۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک ہی کتاب پانچ سو کی تعداد میں خریدی جائے، سب سوانح عمریاں ملا کر پانچ سو کی تعداد پوری کی جاسکتی ہے جن کی مجموعی قیمت صرف اکتیس روپے چار آنے ہوتی ہے۔ پانچ سو آدمیوں کو تبرک تقسیم کرنے میں اس سے زیادہ رقم صرف ہوگی اور یہ مقصد حاصل ہوگا۔ ایام عزا بالکل قریب ہیں ان میں ائمہ طاہرینؑ کے سوانح حیات ضرور تقسیم فرمائیے۔

خادم مشن:۔ سید آفاق حسین رضوی آنریری سکریٹری

۵ رنومبر ۱۹۴۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"جعفری باش گر خدا خواہی" خدا پرستی کا وہ راستہ جسے محمدؐ عربی نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، ظلم و ستم کی آندھیوں سے شبہات و اوہام کی گرد میں اَٹ گیا تھا جب امام جعفر صادق علیہ السلام کو اتنا موقع مل سکا کہ وہ اُسے نمایاں اور صاف کر کے دوبارہ دنیا کی نگاہ کے سامنے پیش کریں۔ اسی لیے اب یہ ملت "ملت جعفری" کہلائی اگرچہ اس کے قبل بھی آلِ رسولؐ میں سے ہر مقدس ہستی اسی تعلیم کی حفاظت کرتی رہی اور اسی لیے قربانیاں پیش ہوتی رہیں۔ مگر سیاسی اقتدار کے شکنجوں نے زیادہ تر انہیں کھلی فضا میں سانس لینے کا موقع نہیں دیا اور اسی لیے رسولؐ کے گھرانے کے مقدس تعلیمات جو نوعِ انسانی کے سُدھارنے کے ذمہ دار ہیں ہمارے ہاتھوں میں صادق آلِ محمدؐ ہی کے ذریعے سے پہنچے۔ آپ کے ارشادات اور آپ کی سیرت زندگی کے خدوخال سے نوعِ انسانی کا روشناس ہونا اس کی اخلاقی اور روحانی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے سوانح آلِ محمدؐ کے سلسلہ کی یہ آٹھویں کڑی حضرت صادق آلِ محمدؐ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حالات میں پیش کی جا رہی ہے۔

نام و نسب

جعفر نام کنیت ابو عبداللہ اور صادق لقب تھا۔ آپ حضرت امام محمد باقرؑ کے بیٹے حضرت امام زین العابدینؑ کے پوتے اور شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کے پرپوتے تھے۔ سلسلۂ عصمت کی آٹھویں کڑی اور ائمہ اہلبیتؑ میں سے چھٹے امام تھے۔ آپ کی والدہ حضرت محمد ابن ابی بکر کی پوتی ام فروہ تھیں۔ جن کے والد قاسم ابن محمد مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے تھے۔

ولادت

۸۳ھ میں ۱۷ ربیع الاول کو اپنے جد بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی تاریخ میں آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کے دادا حضرت امام زین العابدینؑ بھی زندہ تھے آپ کے والد بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ کی عمر اس وقت چھبیس برس کی تھی۔ خاندان آلِ رسولؐ میں اس اضافہ کا انتہائی خوشی سے استقبال کیا گیا۔

نشوونما اور تربیت

بارہ برس آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امام زین العابدینؑ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد سے پینتیس برس امام زین العابدین علیہ السلام کا مشغلہ سوائے عبادت الٰہی اور اپنے مظلوم باپ حضرت سید الشہداؑ کو رونے کے اور کچھ نہ تھا۔ واقعہ کربلا کو ابھی صرف بائیس برس گذرے تھے، اس مدت میں کربلا کا عظیم الشان واقعہ اپنے اثرات کے لحاظ سے ابھی کل ہی کی بات معلوم ہوتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے آنکھ کھولی تو اسی غم و اندوہ کی فضا میں، شب و روز شہادت حسینؑ کا تذکرہ اور اس غم میں نوحہ و ماتم اور گریہ و بکا کی آوازوں نے ان کے دل و دماغ پر وہ اثر قائم کیا کہ جیسے وہ خود واقعہ کربلا میں موجود ہوتے پھر جب وہ یہ سنتے تھے کہ ان کے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ بھی کم سنی ہی کے دور میں ہی اس جہاد میں شریک تھے تو ان کے دل کو یہ احساس بہت صدمہ پہنچاتا ہو گا کہ خاندان عصمت کے موجودہ افراد میں ایک میں ہی ہوں جو اس قابل فخر یادگار معرکہ ابتلا میں موجود نہ تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہمیشہ اور عمر بھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے جس جس طرح اپنے جد مظلوم امام حسین علیہ السلام کی یاد کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔

بارہ برس کی آپ کی عمر تھی جب ۹۵ھ میں امام زین العابدین علیہ السلام کا سایہ سر سے اٹھا۔ اس کے بعد انیس برس آپ نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

کے دامانِ تربیت میں گذا رے۔ یہ وہ وقت تھا جب سیاست بنی امیہ کی بنیادیں ہل چکی تھیں اور امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف فیوض علمی حاصل کرنے کے لیے خلائق رجوع کر رہی تھی۔ اس وقت اپنے پدر بزرگوار کی مجلس درس میں حضرت جعفر صادقؑ ہی ایک وہ طالب علم تھے جو قدرت کی طرف سے علم کے سانچے میں ڈھال کر پیدا کیے گئے تھے۔ آپ سفر اور حضر دونوں میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہتے تھے۔ چنانچہ ہشام ابن عبدالملک کی طلب پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام جب دمشق تشریف لے گئے ہیں تو اس سفر میں بھی امام جعفر صادق علیہ السلام ساتھ تھے اس کا ذکر پانچویں امام کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دورِ امامت

سنہ ۱۱۴ھ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی اب امامت کی ذمہ داریاں امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف عائد ہوئیں۔ اس وقت دمشق میں ہشام ابن عبدالملک کی سلطنت تھی۔ اس کے زمانۂ سلطنت میں ملک میں سیاسی خلفشار بہت زیادہ ہو چکا تھا۔ مظالم بنی امیہ کے انتقام کا جذبہ تیز ہو رہا تھا اور بنی فاطمہ میں سے متعدد افراد حکومت کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ان میں نمایاں ہستی حضرت زید کی تھی۔ جو امام زین العابدین علیہ السلام کے بزرگ مرتبہ فرزند تھے۔ ان کی عبادت، زہد تقوے کا بھی ملک عرب میں شہرہ تھا۔ مستند اور مسلّم حافظ قرآن تھے۔ بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آکر انہوں نے بھی میدانِ جہاد میں قدم رکھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے لیے یہ موقع نہایت نازک تھا۔ مظالم بنی امیہ سے نفرت میں ظاہر ہے کہ آپ زید کے ساتھ متفق تھے۔ پھر جناب زید آپ کے چچا بھی تھے جن کا احترام آپ لازم سمجھ رہے تھے۔ مگر آپ کی انجام بین نگاہ دیکھ رہی تھی کہ یہ اقدام کسی مفید نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے عملی طور سے آپ ان کا ساتھ دینا مناسب نہ

مکتبۃ العلوم
کراچی

سمجھتے تھے مگر یہ واقعہ ہوتے ہوئے بھی خود ان کی ذات سے آپ کو انتہائی ہمدردی تھی آپ نے مناسب طریقے پر انہیں مصلحت بینی کی دعوت دی۔ مگر اہل عراق کی ایک بڑی جماعت کی اطاعت اور وفاداری نے جناب زید کو کامیابی کے توقعات پیدا کر دیئے۔ اور آخر ۱۲۰ھ میں ظالم فوج شام سے تین روز تک بہادری کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد شہید ہوئے۔ دشمن کا جذبۂ انتقام اتنے ہی پر ختم نہیں ہوا۔ بلکہ دفن ہو چکنے کے بعد ان کی لاش کو قبر سے نکالا گیا اور سر کو جدا کر کے ہشام کے پاس بطور تحفہ بھیجا گیا اور لاش کو دروازہ کوفہ پر سولی دی گئی۔ اور کئی برس تک اسی طرح سے آویزاں رکھا گیا۔ جناب زید کے ایک سال کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ ابن زید بھی شہید ہوئے۔ یقیناً ان حالات کا امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پہ گہرا اثر پڑ رہا تھا۔ مگر اس جذبات سے بلند فرائض کی پابند ہستی نے اس کے باوجود اپنے خاموش اشتغال کو جو اشاعت علوم اہلبیت اور نشر شریعت کے قدرت کی جانب سے آپ کے سپرد تھے انہیں برابر جاری رکھا۔

انقلاب سلطنت

بنی امیہ کا آخری دور ہنگاموں اور سیاسی کشمکشوں کا مرکز بن گیا تھا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بہت جلدی جلدی حکومتوں میں تبدیلیاں ہوتی رہی تھیں اور اسی لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کو بہت سی دنیاوی سلطنتوں کے دور سے گزرنا پڑا۔ ہشام ابن عبدالملک کے بعد ولید ابن یزید ابن عبدالملک پھر یزید ابن ولید ابن عبدالملک اس کے بعد ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک اور آخر میں مروان حمار جس پر بنی امیہ کی ظالم حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

جب سلطنت کی داخلی کمزوریاں قہر و غلبہ کی چولیں ہلا چکی ہوں تو قدرتی بات ہے کہ وہ لوگ جو اس حکومت کے مظالم کا مدتوں نشانہ بن چکے ہوں اور جنہیں ان کے حقوق سے محروم

maablib.org

بکہ صرف تشدد کی طاقت سے اٹھنے کا موقع نہ دیا گیا ہو، وہ قفس کی تیلیوں کو کمزور پاکر پھڑپھڑانے کی کوشش کریں گے اور حکومت کے شکنجے کو ایک دم توڑ دینا چاہیں گے، سوائے ایسے بلند افراد کے جو جذبات کی پیروی سے بلند ہوں۔ عام طور پر اس طرح کی انتقامی کوششوں میں مصلحت اندیشی کا دامن بھی ہاتھ سے چھوٹنے کا امکان ہے، مگر وہ انسانی فطرت کا ایک کمزور پہلو ہے جس سے خاص خاص افراد ہی مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔

بنی ہاشم میں عام طور پر سلطنت بنی امیہ کے اس آخری دور میں اسی لیے ایک حرکت اور غیر معمولی اضطراب پایا جا رہا تھا۔ اس اضطراب سے بنی عباس نے فائدہ اٹھایا انھوں نے اس آخری دور اموئیت میں پوشیدہ طریقے سے ممالک اسلامیہ میں ایک ایسی جماعت بنائی جس نے قسم کھائی تھی کہ ہم سلطنت کو بنی امیہ سے لے کر بنی ہاشم تک پہنچائیں گے جن کا وہ واقعی حق ہے۔ حالانکہ حق تو ان میں سے مخصوص ہستیوں ہی میں منحصر تھا جو خدا کی طرف سے نوع انسانی کی رہبری اور سرداری کے حق دار قرار دیے گئے تھے۔ مگر یہ وہی بلند جذبات انسان تھے جو موقع کی سیاسی رفتار سے ہنگامی فوائد حاصل کرنا اپنا نصب العین نہ رکھتے تھے سلسلۂ بنی ہاشم میں سے ان حضرات کی خاموشی قائم رہنے کے ساتھ اس ہمدردی کو جو عوام میں خاندان ہاشم کے ساتھ پائی جاتی تھی بنی عباس نے اپنے لیے حصول سلطنت کا ذریعہ قرار دیا۔ حالانکہ انھوں نے سلطنت پانے کے ساتھ بنی ہاشم کے اصلی حق داروں سے ویسا ہی یا اس سے زیادہ سخت سلوک کیا جو بنی امیہ ان کے ساتھ کر چکے تھے۔ یہ واقعات مختلف اماموں کے حالات میں آئندہ آپ کے سامنے آئیں گے۔

بنی عباس میں سے سب سے پہلے محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن عباس نے بنی امیہ کے خلاف تحریک شروع کی اور ایران میں مبلغین بھیجے جو مخفی طریقہ پر لوگوں سے بنی ہاشم کی وفاداری کا

عہد وپیمان حاصل کریں۔ محمد ابن علی کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم قائم مقام ہوئے۔ جناب زید اور ان کے صاحبزادے جناب یحییٰ کے دردناک واقعات شہادت سے بنی امیہ کے خلاف غم وغصہ میں اضافہ ہو گیا۔ اس سے بھی بنی عباس نے فائدہ اٹھایا۔ اور ابوسلمہ خلال کے ذریعہ سے عراق میں بھی اپنے اثرات قائم کرنے کا موقع ملا۔ رفتہ رفتہ اس جماعت کے حلقہ اثر میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ابومسلم خراسانی کی مدد سے عراق عجم کا پورا علاقہ قبضہ میں آ گیا اور بنی امیہ کی طرف کے حاکم کو وہاں سے فرار اختیار کرنا پڑا۔ سنہ ۱۲۹ھ سے عراق عجم اور خراسان وغیرہ میں سلاطین بنی امیہ کے نام خطبہ سے خارج ہو کر ابراہیم ابن محمد کا نام داخل کر دیا گیا۔

ابھی تک سلطنت بنی امیہ یہ سمجھتی تھی کہ یہ ایک مقامی مخالفت حکومت سے ہے جو ایران میں محدود ہے مگر اب جاسوسوں نے اطلاع دی کہ اس کا تعلق ابراہیم ابن محمد عباس کے ساتھ ہے جو مقام جابلقا میں رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ابراہیم کو قید کر دیا گیا اور قید خانہ ہی میں پھر ان کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے پس ماندگان دوسرے افراد بنی عباس کے ساتھ بھاگ کر عراق میں ابوسلمہ کے پاس چلے گئے۔ ابومسلم خراسانی کو جو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو ایک فوج کو عراق کی طرف روانہ کیا جس نے اموی طاقت کو شکست دے کر عراق کو آزاد کرا لیا۔

ابوسلمہ خلال جو وزیر آل محمد کے نام سے مشہور ہیں بنی فاطمہ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے چند خطوط اولاد رسول میں سے چند بزرگوں کے نام لکھے اور ان کو قبول خلافت کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک خط حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے نام بھی تھا۔ سیاست کی دنیا میں ایسے مواقع اپنے اقتدار کے قائم کرنے کے لیے غنیمت سمجھے جاتے ہیں مگر وہ انسانی خودداری استغنا کا مثالی مجسمہ تھا جس نے اپنے فرائض منصبی کے لحاظ سے اس موقع کو ٹھکرا دیا اور بجائے جواب دینے کے حقارت آمیز طریقہ پر اس خط کو آگ کی نذر کر دیا۔

ادھر کوفہ میں ابو مسلم خراسانی کے تابعین اور بنی عباس کے ہوا خواہوں نے عبداللہ سفاح کے ہاتھ پر ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۲ھ کو بیعت کر لی اور اس کو امت اسلامیہ کا خلیفہ اور فرماں روا تسلیم کر لیا۔ عراق میں اقتدار قائم کرنے کے بعد انہوں نے دمشق پر چڑھائی کر دی۔ مروان حمار نے بھی بڑے لشکر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ مگر بہت جلد اس کی فوج کو شکست ہوئی۔ مروان نے فرار کیا اور آخر افریقہ کی سرزمین پر پہنچ کر قتل ہوا۔ اس کے بعد سفاح نے بنی امیہ کا قتل عام کرایا۔ سلاطین بنی امیہ کی قبریں کھدوائیں اور ان کی لاشوں کے ساتھ عبرتناک طریقے اختیار کئے گئے اس طرح قدرت کا انتقام جو ان ظالموں سے لیا جانا ضروری تھا بنی عباس کے ہاتھوں دنیا کی نگاہ کے سامنے آیا۔ سنہ ۱۳۶ھ میں ابو عبداللہ سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ کا انتقال ہو گیا جس کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا جو منصور دوانیقی کے نام سے مشہور ہے۔

سادات پر مظالم

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بنی عباس نے ان ہمدردیوں سے جو عوام کو بنی فاطمہ کے ساتھ تھیں ناجائز فائدہ اٹھایا تھا اور انہوں نے دنیا کو یہ دھوکا دیا تھا کہ ہم اہل بیت رسول کے حقوق کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے رضائے آل محمد ہی کے نام پر لوگوں کو اپنی نصرت حمایت پر آمادہ کیا تھا اور اسی کو اپنا نعرۂ جنگ قرار دیا تھا۔ اس لیے انہیں برسر اقتدار آنے کے بعد اور بنی امیہ کو تباہ کرنے کے بعد سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ہمارا یہ فریب دنیا پر کھل نہ جائے اور یہ تحریک نہ پیدا ہو جائے کہ خلافت بنی عباس کے بجائے بنی فاطمہ کے سپرد ہونا چاہیے۔ جو حقیقت میں آل رسول ہیں۔ ابو سلمہ خلال بنی فاطمہ کے ہمدردوں میں سے تھا۔ اس لیے یہ خطرہ تھا کہ وہ اس تحریک کی حمایت نہ کرے۔ اس لیے سب سے پہلے ابو سلمہ کو راستے سے ہٹایا گیا اور وہ باوجود ان احسانات کے جو بنی عباس کے ساتھ کر چکا تھا سفاح ہی کے زمانہ میں تشدد کا نشانہ بنا اور تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ایران میں ابو مسلم خراسانی کا اثر تھا۔ منصور نے انتہائی مکاری اور غداری کے ساتھ اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔

اب اُسے اپنی من مانی کارروائیوں میں کسی با اثر اور صاحب اقتدار شخصیت کی مزاحمت کا اندیشہ نہ تھا اب اس کے ظلم و ستم کا رُخ سادات بنی فاطمہ کی طرف مڑا۔ مولانا شبلی سیرت نعمان میں لکھتے ہیں۔ "صرف بدگمانی پر منصور نے سادات علویین کی بیخ کنی شروع کر دی جو لوگ ان میں ممتاز تھے ان کے ساتھ زیادہ بے رحمیاں کی گئیں۔ محمد بن ابراہیم کہ حسن و جمال میں یگانہ روزگار تھے اور اسی وجہ سے دیباج کہلاتے تھے زندہ دیواروں میں چنوا دیئے گئے ان بے رحمیوں کی ایک داستان ہے جس کے بیان کرنے کو بڑا سخت دل چاہیے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے دل پر ان حالات کا بہت اثر ہوتا تھا چنانچہ جب سادات بنی حسن طوق و زنجیر میں قید کر کے مدینہ سے لے جائے جا رہے تھے تو حضرت ایک مکان کی آڑ میں کھڑے ہوئے ان کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ افسوس مکہ و مدینہ بھی دار الامن نہ رہا۔ پھر آپ نے اولاد انصار کی حالت پر افسوس کیا کہ انصار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس عہد و پیمان پر مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی کہ ہم آپ کی اور آپ کی اولاد کی اسی طرح حفاظت و حمایت کریں گے جس طرح اپنے اہل و عیال اور جان و مال کی حفاظت کرتے ہیں مگر آج انصار کی اولاد باقی ہے اور کوئی ان سادات کی مدد نہیں کرتا۔ یہ فرما کر آپ بیت الشرف کی طرف واپس ہوئے اور بیس دن تک شدت سے بیمار رہے۔

ان قیدیوں میں امام حسنؑ علیہ السلام کے صاحبزادے عبداللہ محض بھی تھے جنہوں نے کبر سنی کے عالم میں عرصہ تک قید کی مصیبتیں اٹھائیں۔ ان کے بیٹے محمد نفس زکیہ نے حکومت کا مقابلہ کیا اور ۱۴۵ھ میں دشمن کے ہاتھ سے مدینہ منورہ کے قریب شہید ہوئے۔

maablib.org

جوان بیٹے کا سر بوڑھے باپ کے پاس قید خانہ میں بھیجا گیا اور یہ صدمہ ایسا تھا کہ جس سے عبد اللہ محض پھر زندہ نہ رہ سکے اور ان کی روح نے جسم سے مفارقت کی۔ اس کے بعد عبد اللہ کے دوسرے صاحبزادے ابراہیم بھی منصور کی فوج کے مقابلے میں جنگ کرتے کوفہ میں شہید ہوئے۔ اسی طرح عباس ابن حسن، عمر ابن حسن مثنیٰ، علی و عبد اللہ فرزندانِ نفس زکیہ۔ موسیٰ اور یحییٰ برادرانِ نفس زکیہ وغیرہ بھی بے دردی اور بے رحمی سے قتل کیے گئے۔ بہت سے سادات عمارتوں میں زندہ چنوا دیے گئے۔

امام کے ساتھ بدسلوکیاں

ان تمام ناگوار حالات کے باوجود جن کا تذکرہ انتہائی اختصار کے ساتھ اوپر لکھا گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام خاموشی کے ساتھ علوم اہل بیت کی اشاعت میں مصروف رہے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگ بھی جو بحیثیت امامت حضرت آپ کی معرفت نہ رکھتے تھے یا اُسے تسلیم کرنا نہیں چاہتے تھے وہ بھی آپ کی علمی عظمت کو مانتے ہوئے آپ کے حلقۂ درس میں داخل ہونے کو فخر سمجھتے تھے۔

منصور نے پہلے حضرت کی علمی عظمت کا اثر عوام کے دل سے کم کرنے کے لیے ایک تدبیر یہ کی کہ آپ کے مقابلے میں ایسے اشخاص کو بحیثیت فقیہ اور عالم کے کھڑا کر دیا جو آپ کے شاگردوں کے سامنے بھی زبان کھولنے کی قدرت نہ رکھتے تھے اور پھر وہ خود اس کا اقرار رکھتے تھے کہ ہمیں جو کچھ آیا وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ سے حاصل ہوا۔ مگر اقتدار حکومت ان کے فتوے کو مستند قرار دیتا تھا۔ اور اس طرح حضرت صادق آل محمدؐ کی مرجعیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب اس میں ناکامی ہوئی تو حضرت کی ایذا رسانی اور قتل یا گرفتاری کی تدبیریں کی جانے لگیں۔ اس کے لیے ہر ہر شہر اور ہر ہر قصبہ میں جاسوس مقرر کیے گئے۔ جو شیعوں کے حالات پر نظر رکھیں اور جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی محبت کا

دم بھرتا ہے اُسے گرفتار کیا جائے۔

چنانچہ معلّی ابن خنیس ان ہی شیعوں میں سے تھے جو گرفتار کیے گئے اور ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیے گئے۔ خود امام جعفر صادق علیہ السلام کو تقریباً پانچ مرتبہ مدینہ سے دربار شاہی میں طلب کیا گیا۔ جو آپ کے لیے سخت رُوحانی تکلیف کا باعث تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مرتبہ آپ کے خلاف کوئی بہانہ اُسے ایسا نہ مل سکا کہ وہ آپ کے قید یا قتل کیے جانے کا حکم دیتا بلکہ اس سلسلے میں عراق کے اندر ایک مدت کے قیام سے علوم اہل بیت کی اشاعت کا حلقہ وسیع ہوا۔ اور اس کو محسوس کر کے منصور نے پھر آپ کو مدینہ بھجوا دیا۔ اس کے بعد بھی آپ ایذا رسانی سے محفوظ نہیں رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگا دی گئی۔ قدرت خدا تھی کہ وہ آگ جلد فرو ہو گئی اور آپ کے متعلقین و اصحاب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اخلاق و اوصاف

آپ اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی تھے جسے خداوند عالم نے نوعِ انسانی کے لیے نمونہ کامل بنا کر پیدا ہی کیا تھا۔ ان کے اخلاق و اوصاف زندگی کے ہر شعبہ میں معیاری حیثیت رکھتے تھے۔ خاص خاص اوصاف جن کے متعلق مورخین نے مخصوص طور پر واقعات نقل کیے ہیں۔ مہمان نوازی، خیر و خیرات، مخفی طریقے پر غربا کی خبر گیری، عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک، عفو جرائم، صبر و تحمل وغیرہ ہیں۔

ایک مرتبہ ایک حاجی مدینہ میں وارد ہوا۔ اور مسجد رسُولؐ میں سو گیا۔ آنکھ کھلی تو اُسے شبہ ہوا کہ اُس کی ایک ہزار کی تھیلی موجود نہیں ہے۔ اُس نے اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا کسی کو نہ پایا۔ ایک گوشہ مسجد میں امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کو بالکل نہ پہچانتا تھا۔ آپ کے پاس آکر کہنے لگا کہ "میری تھیلی تم نے لی ہے"۔ حضرت نے فرمایا۔ "اس میں کیا تھا؟" اُس نے کہا۔ "ایک ہزار دینار"۔ حضرت نے فرمایا۔ "میرے ساتھ

میرے مکان تک آؤ۔" وہ آپ کے ساتھ ہو گیا۔ بیت الشرف پر تشریف لا کر ایک ہزار دینار اس کے حوالے کر دیئے۔ وہ مسجد میں واپس گیا اور اپنا اسباب اٹھانے لگا تو خود اس کی دیناروں کی تھیلی اسباب میں نظر آئی۔ یہ دیکھ کر وہ بہت شرمندہ ہوا اور دوڑتا ہوا پھر امام کی خدمت میں آیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے وہ ہزار دینار واپس کرنا چاہے۔ حضرت نے فرمایا۔ "ہم جو کچھ دے دیتے ہیں وہ پھر واپس نہیں لیتے۔"

موجودہ زمانہ میں یہ حالات سب ہی کی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں کہ جب اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ اناج مشکل سے ملے گا تو جس کو جتنا ممکن ہو وہ اناج خرید کر رکھ لیتا ہے مگر امام جعفر صادق علیہ السلام کے کردار کا ایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے وکیل معتب سے ارشاد فرمایا کہ غلہ روز بروز مدینہ میں گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے یہاں کس قدر غلہ ہوگا؟ معتب نے کہا کہ "ہمیں اس گرانی اور قحط کی تکلیف کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس غلہ کا اتنا ذخیرہ ہے جو بہت عرصہ تک کافی ہوگا۔" حضرت نے فرمایا "یہ تمام غلہ فروخت کر ڈالو۔ اس کے بعد جو حال سب کا ہو وہی ہمارا بھی ہو۔" جب غلہ فروخت کر دیا گیا تو فرمایا۔ "اب خالص گیہوں کی روٹی نہ پکا کرے۔ بلکہ آدھے گیہوں اور آدھے جو۔ جہاں تک ممکن ہو ہمیں غریبوں کا ساتھ دینا چاہیئے۔"

آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ مال داروں سے زیادہ غریبوں کی عزت کرتے تھے مزدوروں کی بڑی قدر فرماتے تھے۔ خود بھی تجارت فرماتے تھے اور اکثر اپنے باغوں میں بہ نفس نفیس محنت بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بیلچہ ہاتھ میں لیے باغ میں کام کر رہے تھے۔ اور پسینہ سے تمام جسم تر ہو گیا تھا کسی نے کہا "یہ بیلچہ مجھے عنایت فرمایئے کہ میں یہ خدمت انجام دوں۔" حضرت نے فرمایا۔ "طلب معاش میں دھوپ اور گرمی کی تکلیف سہنا عیب کی بات نہیں

غلاموں اور کنیزوں پر وہی مہربانی رہتی تھی جو اس گھرانے کی امتیازی صفت تھی۔ اس کا ایک حیرت انگیز نمونہ یہ ہے کہ جسے سفیان ثوری نے بیان کیا ہے کہ "میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہے"۔ میں نے سبب دریافت کیا۔ فرمایا "میں نے منع کیا تھا کہ کوئی مکان کے کوٹھے پر نہ چڑھے۔ اس وقت جو گھر میں گیا تو دیکھا کہ ایک کنیز جو ایک بچے کی پرورش پر معین تھی اُسے گود میں لیے زینہ سے اوپر جا رہی ہے۔ مجھے دیکھا تو ایسا خوف طاری ہوا کہ بدحواسی میں بچہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس صدمہ سے جاں بحق تسلیم ہوا۔ مجھے بچے کے مرنے کا اتنا صدمہ نہیں ہوا جتنا اس کا رنج ہے کہ اس کنیز پر اتنا رعب و ہراس کیوں طاری ہوا۔ پھر حضرت نے اس کنیز کو پکار کر فرمایا "ڈرو نہیں میں نے تم کو راہ خدا میں آزاد کر دیا"۔ اس کے بعد حضرت بچے کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہوئے۔

اشاعت علوم تمام عالم اسلامی میں آپ کی علمی جلالت کا شہرہ تھا دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ان میں فقہ کے علماء بھی تھے تفسیر کے بھی۔ متکلمین بھی تھے اور مناظرین بھی۔ آپ کے دربار میں مخالفین مذہب آ آکر سوالات پیش کرتے تھے اور آپ کے اصحاب سے اور ان سے مناظرے ہوتے رہتے تھے جن پر کبھی کبھی مناظرے کے ختم ہونے پر اور فریق مخالف کے شکست کھا کر چلے جانے کے بعد آپ نقد و تبصرہ بھی فرماتے تھے اور اصحاب کو ان کی بحث کے کمزور پہلو بتلا بھی دیتے تھے تاکہ آئندہ وہ ان باتوں کا خیال رکھیں۔ کبھی آپ خود بھی مخالفین مذہب اور بالخصوص دہریوں سے مناظرہ فرماتے تھے۔ علاوہ علوم فقہ و کلام وغیرہ کے علوم غریبہ

جیسے ریاضی اور کیمیا وغیرہ کی بھی بعض شاگردوں کو تعلیم دی تھی۔ چنانچہ آپ کے اصحاب میں سے جابر ابن حیان طرسوسی سائنس اور ریاضی کے مشہور امام فن ہیں جنہوں نے چار سو (۴۰۰) رسالے امام جعفر صادق علیہ السلام کے افادات کو حاصل کر کے تصنیف کیے۔ آپ کے اصحاب میں سے بہت سے بڑے فقہاء تھے جنہوں نے کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔

وفات

ایسی مصروف زندگی رکھنے والے انسان کو جاہ وسلطنت کے حاصل کرنے کی فکروں سے کیا مطلب؟ مگر آپ کی علمی مرجعیت اور کمالات کی شہرت ہی سلطنت وقت کے لیے ایک مستقل خطرہ محسوس ہوتی تھی جبکہ یہ معلوم تھا کہ اصلی خلافت کے حقدار یہی ہیں۔ جب حکومت کی تمام کوششوں کے باوجود کوئی بہانہ ایسے آپ کے خلاف کسی کھلے ہوئے اقدام اور خوں ریزی کا نہ مل سکا تو آخر خاموش حربہ زہر کا اختیار کیا گیا اور زہر آلود انگور حاکم مدینہ کے ذریعے سے آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے جن کے کھاتے ہی زہر کا اثر جسم میں سرایت کر گیا اور ۱۵ر شوال ۱۴۸ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے تجہیز وتکفین کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں اس احاطے میں کہ جہاں اس سے پہلے امام حسن علیہ السلام امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام دفن ہو چکے تھے آپ کو بھی دفن کیا گیا۔

maablib.org

۶۸۴۷
کراچی

پبلشر

سید آفاق حسین رضوی،

آنریری سکریٹری

امامیہ مشن

لکھنؤ

رسالہ نمبر ۱۰۴	مطبوعہ
امامیہ مشن، لکھنؤ	یوسفی پریس لکھنؤ

MAAB 1431
maablib.org